جناب نور محمد غفاری۔ ایم۔ اے

مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات

قسط ۲

اسلام نے مسلمان کو صرف یہ فکر ہی دے کر نہیں چھوڑ دیا بلکہ غرباء کی کفالت کے لئے اس پر کچھ فرائض عائد کر دیئے۔ جن میں سب سے بڑا زکوٰۃ ہے۔ خذ من اموالھم صدقۃ الخ جس کا مقصد ہے:

تؤخذ من اغنیاءھم فترد علی فقراءھم۔ (متفق علیہ)

تمہیں امراء سے لی جائے گی اور محتاجوں پر لٹا دی جائے گی۔

علاوہ ازیں کفارہ صوم، کفارہ حج، قسم توڑنے کا کفارہ صدقہ فطر، عشر، خیرات وغیرہ اس سلسلہ کی کڑیاں ہیں۔ اسلامی ریاست کی معاشی ذمہ داریوں کیطرف اشارہ کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

مَنْ ترک مالاً فلورثتہٖ ومَنْ ترک کلاً فالینا۔ (بخاری ومسلم)

جو کوئی مال چھوڑ کر وفات پائے تو وہ اس کے ورثا کا ہے اور جو ذمہ داریوں کا بار چھوڑ جائے تو وہ ہمارے (ریاست کے) ذمہ ہے۔

ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:

مَنْ ترک دیناً او ضیاعاً فلیأتنی فانا مولاہٗ (ابو داؤد)

جو شخص قرض چھوڑ کر مرے یا ایسے پسماندگان جن کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو وہ میرے پاس (اسلامی ریاست) آئے میں اس کا والی ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"اللہ تعالیٰ نے اہل دولت کے اموال پر ان کے غریب بھائیوں کی معاشی حاجت کو بدرجہ کفالت پورا کرنا فرض کر دیا ہے۔ پس اگر وہ بھوکے ننگے یا معاشی مصائب میں مبتلا ہوں گے۔ محض اس بنا پر کہ دولت مند اپنا حق ادا نہیں کرتے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان سے اس کی باز پرس کرے گا۔" (محلی لابن حزمؒ)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک طویل حدیث میں آیا ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایک دولت مند شخص سے پوچھیں گے کہ میں بھوکا تھا، میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے انکار کر دیا۔ وہ عرض کرے گا اللہ تعالیٰ آپ تو رب العالمین ہیں، آپ کو میں کیسے کھانا کھلاتا تو ارشاد ہوگا۔ میرے ایک غریب بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تو تو نے انکار کر دیا۔"

آپ خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ مذہب غریب کی بھوک کو خدا کی بھوک سے تعبیر کرے اس کے نازل کردہ نظام معاش کو اپنانے والی ریاست کس درجہ فلاحی ہوگی۔؟

حضرت علامہ ابن قیمؒ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اور تعامل صحابہؓ کی روشنی میں ایک اصول وضع کرتے ہیں :

"اور علماء نے کہا ہے کہ حکومت جس طرح اس شخص کی وارث ہے جس نے ورثہ نہ چھوڑا ہو۔ اس طرح وہ اس کے قرض کو ادا کرنے کی بھی ذمہ دار ہوگی جبکہ وہ کوئی شئے چھوڑے بغیر مر جائے۔ نیز وہ اسکی زندگی میں اسکی کفالت کی بھی ذمہ دار ہوگی جبکہ کوئی اسکی کفالت کرنے والا نہ ہو۔"

غرض اسلام نے ایسی فلاحی ریاست قائم کی کہ بقول علامہ طبریؒ حضرت امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں لوگ زکوٰۃ کی رقمیں اٹھائے پھرتے تھے اور کوئی لینے والا نہیں ملتا تھا۔

مدینہ منوّرہ کی فلاحی ریاست کے سلسلہ میں ایک نہایت اہم گفتگو "بیت المال" سے متعلق ہے۔ خلفاء راشدینؓ کے نزدیک بیت المال اللہ اور خلق اللہ کی امانت تھی، خلیفہ کی ذاتی ملکیت نہیں، وہ اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ایک پیسہ خرچ کرنا حرام سمجھتا تھا۔ بیت المال کی ساری رقم غربا، مساکین اور یتامیٰ پر خرچ کی جاتی تھی۔ خلفاء راشدینؓ کے عہد میں ایسے غرباء مساکین اور یتامیٰ جنہیں وظیفہ یا بیت المال سے کوئی رقم امداد کے طور پر دینا ہوتی تھی ان کے نام باقاعدہ رجسٹر میں درج کئے جاتے تھے۔ اور ماہوار یا سالانہ انہیں رقم ادا کی جاتی تھی ـــــ تفصیل کیلئے

ملاحظہ فرمائیں "کتاب الاموال" لابی عبیدؒ ، نظام العالم والامم سطنطاویؒ جلد ۲ ، مقریزی ، طبری ، تاریخ ابن کثیر ، اشہر مشاہیر الاسلام جلد ۲ ص ۲۶۷ اور کتاب الخراج لابی یوسف ص ۹۲ ۔

بیت المال کے سلسلہ میں اسلامی خلیفہ کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیے ۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ مسند خلافت پر جلوہ آراء ہوتے ہیں ۔ مگر دوسرے دن کندھے پر کپڑے کا تھان ڈال کر بازار میں نکلتے ہیں ۔ سیدنا عمرؓ خلافت کی مصروفیات کا احساس دلا کر حضرت ابوعبیدہؓ خازن بیت المال کی خدمت میں لے جاتے ہیں ۔ اور وہ ایک عام آدمی کے معیار کے مطابق وظیفہ مقرر کرتے ہیں ۔ جو تقریباً ۴۰۰۰ درہم سالانہ تھا ۔ مگر جب مدت کا وقت قریب آیا تو وصیت فرمائی کہ میرے ترکے میں سے ۸ ہزار درہم بیت المال میں جمع کرا دیں ۔ جب یہ مال حضرت عمرؓ کی خدمت میں پہنچا تو رو پڑے اور فرمایا :

"خدا ابوبکرؓ پر رحم فرمائے اس نے اپنے سے بعد آنے والوں کو مشکل میں ڈال دیا"۔

(کنز العمال جلد ۲)

جب عمرؓ خلیفہ ہوئے تو بیت المال میں ان کا کیا حصہ تھا جس کے متعلق تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"میں نے اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے مال کو یتیم کے مال کے درجے میں رکھا ہوا ہے ۔ اگر بے نیاز ہوں گا تو اس کے لینے سے احتراز کروں گا ۔ اور اگر حاجت مند ہوں گا تو دستور کے مطابق اپنی حاجت براری کروں گا ۔"

(فاروقِ اعظم ص ۵۸۹ از محمد حسین ہیکل)

ایک دوسرے موقعہ پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا :

"میرے لئے اللہ کے مال میں سے اس کے سوا کچھ حلال نہیں ہے ۔ کہ ایک جوڑا کپڑا گرمی کیلئے اور ایک جاڑے کے لئے اور قریش کے ایک متوسط درجے کے شخص کے برابر معاش اپنے گھر والوں کے لئے لوں اور میں بھی تو مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں ۔" (البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۱۳۴)

حضرت عثمان غنیؓ تو بیت المال سے بے نیاز تھے ۔ خداوند قدوس نے دولت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا ۔ جسے اپنے عیال اور عیال اللہ پر بے دریغ خرچ فرماتے تھے ۔ بعض ناراست دوستوں نے ان پر الزام لگائے ، لیکن ہم ان کے لئے ہدایت کی دعا کرتے ہیں ۔

حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے تو وہی سادگی برقرار رکھی۔ موٹا جھوٹا کھاتے اور اکثر اوقات پیوند لگا کپڑا پہنتے تھے۔ تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ ایک صاحب ان سے ملنے کے لئے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک پھٹی پرانی چادر پہنے بیٹھے ہیں اور سردی سے کانپ رہے ہیں۔ (ابن کثیر جلد ۸ ص۳)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے اپنے عہد مبارک میں اپنی ساری جائیداد بیت المال میں جمع کرادی۔ بعض اعزہ و اقارب نے جب دریافت کیا کہ اولاد کیلئے کیا چھوڑے جا رہے ہو؟ تو فرمایا: "اگر وہ متقی رہے تو خدا انہیں پالے گا۔ اور اگر بگڑ گئے تو پھر ان کے لئے بھوک ہی بہتر ہے۔" (سیرت عمر بن عبدالعزیز لعبداللہ بن عبدالحکیم متوفی ۲۱۴ھ)

الغرض ان حضراتؒ نے آنے والی نسلوں کے لئے ایسے شاندار عملی نمونے چھوڑے ہیں۔ جن کے اتباع میں حکومتوں کا استحکام اور عوام کی خوشحالی یقینی ہے۔ (فمن شاء فلیہ جع)

۴۔ داعی اور معلم ریاست | مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی ایک نہایت اہم خصوصیت معلم اور داعی ریاست ہوتا ہے۔ اسلام نے انسان کی دنیا و آخرت دونوں کی فوز و فلاح کا رشتہ علم سے جوڑ دیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے۔ کہ کوئی حکومت اس وقت تک کامیابی سے نہیں چل سکتی جب تک اس کے عوام وفادار، صالح اور فرمانبردار نہ ہوں۔ اور ان صفات کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے۔ اور یہ بھی بات یقین کے درجے کو پہنچ چکی ہے کہ کسی حکومت کا کوئی نظام صرف اور صرف دعوت کے ذریعے ہی چل سکتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں، تعلیم اور دعوت، کا حد درجہ اہتمام فرمایا ہے۔

قرآن و حدیث میں تعلیم کی اہمیت پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنی زندگی میں عوام کو تعلیم دینے کا انتظام فرمایا۔ مسجد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے قریب کا "صفہ" اس پر دلیل ناطق ہے۔ پھر خلفاء راشدینؓ اور بعد کے ادوار میں تعلیم و تعلم کا چرچا عام کیا گیا، حتیٰ کہ بعد کے ادوار میں دنیا کے گوشے گوشے سے طلبہ قرطبہ، قیروان، قاہرہ، بغداد وغیرہ میں تحصیل علم کیلئے آتے۔ یورپ جو آج اپنی علمی ترقیات پر نازاں ہے۔ اس کی جہالت کی تاریکی کو منور کرنے کے لئے برقی قمقمے اندلس سے آئے تھے، جن کی روشنی میں "تحریک احیاء علوم" نے رنگ پکڑا۔

مسلمانوں کی پوری تاریخ کا مطالعہ کر جائیے۔ آپ کو اندازہ ہو جائے گا کہ تعلیم کو ہمیشہ غیر معمولی اہمیت دی گئی۔ تعلیم لازمی اور مفت تھی۔ ان تمام مضامین کی تدریس ہوتی تھی جن کا مطالعہ انسانی زندگی کے لئے ضروری ہے۔ رہا اسلامی ریاست کا بحیثیت "داعی" ہونے کا پہلو، تو سنئیے: اسلام ایک عالمگیر اور تحریکی مذہب بن کر آیا۔ وہ یہودیت اور بدھمت کی طرح کسی خاص قوم یا خاص خطۂ ارض والوں کا مذہب نہیں ہے۔ امتِ مسلمہ کو دنیا بھر کے انسانوں کے لئے داعی بنا کر بھیجا گیا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ۔ (آل عمران : ۱۱۰)	تم بہترین امت ہو جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو، تم نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس لئے اسلامی مملکت کا خلیفہ ضروری سمجھتا ہے کہ وہ نہ صرف اپنی رعایا میں اس دعوتِ اسلام پھیلائے بلکہ دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچائے۔ تاریخ اسلام کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفاء راشدینؓ اور بعد میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے عہد میں حکومت کی طرف سے تنخواہ دار مبلغین کی جماعتیں تیار کر کے بیرون ملک بھیجی جاتی تھیں۔ آج صرف مصر کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کے مبلغین افریقہ میں تبلیغ کا حق ادا کرتے ہیں۔ (صدر ناصر مرحوم کے عہد میں ایسا تھا نہ جانے آجکل ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔)

اسلام تلوار سے نہیں دعوت سے پھیلا ہے اور مسلمانوں کو سربلندی اور سرفرازی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ آج ہماری ذلت و مسکنت کی سب سے بڑی وجہ دعوت کے عمل کا چھوڑ دینا ہے۔

الغرض یہ ہے مدینہ منورہ کی اسلامی ریاست کی نمایاں خصوصیات کا ایک مختصر جائزہ۔۔۔

آج جس تباہی کے دروازے پر پوری دنیا کھڑی ہے اس کے بچاؤ کی ایک ہی صورت ہے اور وہ ہے اسلام اور صرف اسلام۔ اگر پاکستان میں صحیح اسلامی ریاست کا قیام عمل میں لایا جائے اور یہ دیگر اقوام عالم کے لئے نمونہ بنے۔ تاکہ دنیا کو پتہ چلے کہ اسلام کے نظامِ حکومت کی برکات اور خیرات کیا ہیں۔؟

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لاؤ کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

■■